عربی تنقید پر یونانی اثرات کا تحقیقی جائزہ

جناب ڈاکٹر سید احتشام احمد صاحب ندوی
ایم اے، پی ایچ ڈی (علیگ)
لکچرر شعبۂ عربی، وینکٹیشور یونیورسٹی۔ آندھرا پردیش

چوتھی صدی ہجری میں عربی تنقید میں دو مکاتب فکر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ عربوں کی ادبی تنقید میں ایک رجحان تو وہ ہے جو ہم کو آمدی کے یہاں ملتا ہے اور جس پر ارسطو کی مترجمہ کتابوں کے اثرات نہیں پائے جاتے یا بہت ہلکے ہیں اس کے برعکس قدامہ بن جعفر کا طرزِ فکر عام عرب ناقدوں سے بالکل جدا نظر آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عربوں کے پاس ادبی تنقید کا سرمایہ تھا اور انھوں نے شکل و ہیئت کی تنقید میں بلاشبہ غیر معمولی تنقیدی اصول مرتب کر لئے تھے چنانچہ خالص عربی خیالات کو عربی تنقید میں بہت سے ناقدوں نے پیش کیا ہے جن میں ہم ابن قتیبہ، ابو العباس ثعلب، اسامہ ابن منقذ ابن طباطبا علوی، ابن سلام اور آمدی کا نام لے سکتے ہیں۔ ان ناقدوں نے ارسطو کی کتابوں سے کوئی تاثر قبول نہیں کیا۔ آمدی نے باوجود کچھ متاثر ہونے کے ان اثرات کے خلاف ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں قدامہ کے نظریات کو رد کیا تھا مگر وہ اب نایاب ہے۔ بعد کے ناقدوں میں ابن سنان خفاجی بھی عرب ناقدوں کی صف میں قدامہ بن جعفر کے نظریات کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔

تیسری صدی ہجری ہی سے عربی تنقید پر یونانی اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں جوں جوں زمانہ بڑھتا ہے یہ اثرات بھی جڑ پکڑتے جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے عربی تنقید میں نظریاتی پہلو کا اضافہ ہوا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے عربوں کے پاس شکل و ہیئت کی تنقید کے پیمانے تھے مگر وہ نظریاتی تنقید سے واقف نہ تھے۔ تیسری صدی سے چوتھی صدی تک ارسطو کی دو کتابوں کے ترجموں نے عربوں کی تنقید پر بھرپور اثرات مرتب کئے پہلی کتاب الخطابت ہے۔
(RHETORIC) اور دوسری کتاب کتاب الشعر ہے (POETICS) ان تراجم کی تفصیل تو بعد میں آئے گی مگر اس موقع پر اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ یہ کتابیں تیسری صدی میں عربی زبان میں منتقل ہو چکی تھیں اور ان کے اثرات نمایاں ہو چلے تھے چنانچہ جاحظ کی کتاب البیان والتبیین اور کتاب الحیوان میں ارسطو، افلاطون اور اقلیدس وغیرہ کے نام ملتے ہیں اور ان کے خیالات پر ہلکا سا اثر بھی موجود ہے[1]۔ جاحظ کے بعد پھر ابن معتز کے یہاں کتاب الخطابت کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ ابن معتز (متوفی ۲۹۶ھ) نے کتاب البدیع لکھ کر عربی تنقید میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا لیکن سوال یہ ہے کہ علم بدیع کا ماخذ کیا ہے؟ اس لئے کہ اس سے قبل اس موضوع پر عربی میں کوئی کتاب تصنیف نہ کی گئی تھی۔ ڈاکٹر محمد مندور نے لکھا ہے کہ ابن معتز نے جو علم بدیع کے پانچ ارکان بیان کئے ہیں ان میں سے چار ارسطو کی کتاب سے ماخوذ ہیں اور دونوں کی بیان کردہ تعریفات میں کوئی فرق نہیں یعنی طباق، جناس، استعارہ اور رد الاعجاز علی ما تقدمہا۔ مذہب کلامی کے بارے میں خود ابن معتز ہی نے لکھ دیا ہے کہ یہ انھوں نے جاحظ سے اخذ کیا ہے۔

ابن معتز نے استعارہ کی تعریف یہ کی ہے کہ "استعارۃ الکلمۃ لشئ یعرف بہا من شئ قد عرف بہا" یعنی کسی چیز کی تعریف کے لیے کسی دوسری چیز سے ایسا کلمہ مستعار لینا جس سے وہ معروف ہو تقریباً یہی تعریف ارسطو نے ان الفاظ میں کی ہے کہ استعار کسی نام کو دوسرے

---

[1] کتاب الحیوان تالیف جاحظ ج ۱ ص ۷۴ (مرتبہ عبدالسلام ہارون)۔

کی جانب منتقل کرنا ہے[1]

اس مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ابن معتز نے ارسطو کی تعریفات کو پوری طرح سمجھ کر عربی میں منتقل کیا ہے۔ کتاب البدیع ارسطو سے ایک اور مطابقت ملتی ہے وہ یہ کہ جس طرح ارسطو نے بعض مثالیں پیش کر کے ان پر تنقید کی ہے بالکل اسی طرح ابن المعتز نے بھی کیا ہے[2]

ابن معتز کی ترجمہ کی ہوئی تعریفات آئندہ عربی تنقید کی بنیادیں ثابت ہوئیں۔ اس سلسلہ میں ان کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ انھوں نے مذکورہ تعریفات پر استشہاد قرآن وحدیث اور عربی کی جدید وقدیم شاعری سے کیا ہے اور اس طرح کہ ان کو عربی قالب پہنادیا اور یہی وجہ ہے کہ ابن معتز کی اصطلاحوں سے عرب زیادہ مانوس ہیں اور انھوں نے ان میں کوئی اجنبیت محسوس نہ کی۔ اگر کہیں قدامہ اور ابن معتز کی اصطلاحوں میں تضاد ہوا ہے تو عربوں نے قدامہ کے بجائے ابن معتز کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ ایک ہی اصطلاح کا ترجمہ دونوں کے یہاں مختلف ہو جاتا ہے مثلاً ابن معتز جس کو طباق کہتے ہیں قدامہ اس کا نام "المتکافی" رکھتے ہیں

ابن معتز کے یہاں یونانی اثرات چھپے ڈھکے انداز میں نظر آتے ہیں مگر اس کے بعد جو ناقد آتے ہیں ان کے یہاں یہ اثرات نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں چنانچہ قدامہ بن جعفر، اسحاق بن ابراہیم، ابو ہلال عسکری، قاضی جرجانی اور عبد القاہر جرجانی نظریاتی تنقید کی تشکیل وتکمیل کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں یونانی خیالات سے روشنی فکر ونظر حاصل کرتے ہیں، اس نقطۂ نظر سے اب ہم تمام اہم عرب ناقدوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

ابن المعتز کے بعد قدامہ بن جعفر سامنے آتا ہے اور اس کی کتاب "نقد الشعر" میں یونانی نظریات پوری وضاحت کے ساتھ ہمیں نظر آتے ہیں۔ قدامہ نے پہلی بار عربی تنقید کو مرتب انداز

---

[1] DEPOETICA, ᴛʀANSLATED.BY INGRAM BY WATER, OXFORD P.1457-B

[2] النقد المنہجی عند العرب مولفہ ڈاکٹر محمد مندور ص ۵۸ ۔

میں پیش کیا اور تنقید کے مسائل کو بڑے سلیقہ اور گہری فکر کے ساتھ عربوں سے متعارف کرایا قدامہ سے پہلے جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں ان میں نظریاتی بحثوں کا کہیں دور دور پتہ نہیں چلتا نقد الشعر اس لحاظ سے پہلی کتاب ہے جس میں تنقید کا مطالعہ سائنٹفک انداز سے کیا گیا ہے۔ اس کتاب نے بعد کے سارے ناقدوں کو متاثر کیا اور سب نے اس سے خوشہ چینی کی مگر بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ قدامہ کے بعد استفادہ تو ہر ایک نے اس کی کتاب سے کیا لیکن اس کی تعریف میں ایک جملہ بھی کہنا کسی نے گوارا نہ کیا

اس سے عربوں کا یہ تعصب صاف جھلکتا ہے کہ وہ شعر و ادب کے بارے میں غیر عربی نظریات کی تعریف میں بخل سے کام لیتے ہیں اور اس بات کو بہت برا سمجھتے ہیں کہ ان کے ادب کو کسی دوسرے ادب کا خوشہ چیں کہا جائے حتیٰ کہ جدید عرب ناقدین میں بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو یونانی اثرات کا بالکل منکر ہے اور کتاب الشعر و کتاب الخطابت کے اثرات کا عربی تنقید پر سرے سے انکار کرتا ہے۔ چنانچہ محمد مندور اپنی کتاب "النقد المنہجی عند العرب" میں قدامہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "یہ بڑا اچھا ہوا کہ قدامہ کی کتاب نے عربی تنقید کو بہت زیادہ متاثر نہیں کیا اور قدامہ کی جو کچھ بھی خصوصیت ہے وہ اصطلاحات کے وضع کرنے تک محدود ہے اور جن لوگوں نے قدامہ کی تقسیمات بلاغت کو اختیار کیا ہے وہ آمدی اور جرجانی جیسے لوگ نہیں ہیں بلکہ علماء بلاغت ہیں جو ان سے متاثر ہوئے ہیں"[۱]

تعجب ہوتا ہے کہ محمد مندور ابن المعتز کی اس لئے تعریف کرتے ہیں کہ انھوں نے اہل یونان سے متاثر ہو کر اصطلاحات وضع کیں لیکن اسی بات کو قدامہ کے یہاں پاکر سخت برہم ہو جاتے ہیں۔

ان متعصب ناقدین کے برعکس طہٰ حسین جو ان سے زیادہ صاحب فن اور حقیقت پسند ہیں وہ صاف لکھتے ہیں کہ شروع ہی سے عرب ناقدین نے قدامہ کی تعریف میں بخل کیا ہے حالانکہ تمام ناقدوں نے بلا استثناء اس کی کتاب "نقد الشعر" سے نظریات اخذ کئے ہیں[۲]

قدامہ بن جعفر عرب ناقدین کی صف میں مظلوم نظر آتا ہے مگر اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہے کہ اس کی کتاب نے سب سے زیادہ عربی تنقید کو متاثر کیا اور واقعہ یہ ہے کہ کتاب البدیع سے نہیں بلکہ

---

[۱] النقد المنہجی عند العرب ص ۷۰۔ [۲] ملاحظہ ہو مقدمہ نقد النثر از طہٰ حسین۔

نقد الشعر سے عربی تنقید میں ایک نئی روح بیدار ہوتی ہے اور ابن المعتز کی طرح اس کتاب کا دائرہ محض اصطلاحات تک محدود نہیں رہتا بلکہ قدامہ ان اصطلاحات کو پیش کرنے کے علاوہ بہت سے تنقیدی مسائل بھی پیش کرتے ہیں اور بہت سے تنقیدی نظریات سامنے لاتے ہیں پھر اگر یہ قدامہ کے لیے عیب ہے کہ انھوں نے ارسطو سے کسب فیض کیا تو آخر یہی خوشہ چینی ابن المعتز کے لیے کیسے جائز ہو جاتی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ ذرا تفصیل سے قدامہ کی کتاب نقد الشعر سے ان مسائل کا ذکر کروں جنھوں نے بلاشبہ تمام عرب ناقدوں کو متاثر کیا ہے اور پھر ان ناقدوں کا ذکر کروں گا جنھوں نے قدامہ سے کسب فیض کیا ہے۔

قدامہ نے ایسا نہیں کیا کہ ارسطو کے نظریات اور مثالوں کو من و عن نقل کر لیا ہو جس طرح بعد میں ابن سینا نے بحیثیت شارح کے کیا بلکہ انھوں نے ان نظریات کو جو ارسطو سے اخذ کئے انھیں عربی مثالوں سے اس انداز سے پیش کیا ہے کہ انھیں پڑھنے سے کسی اجنبیت کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔

سب سے پہلے قدامہ شعر کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ وہ موزوں و مقفی قول ہے جو کسی معنی پر دلالت کرے اگرچہ اس تعریف کا تعلق ارسطو سے زیادہ نہیں ہے۔ پھر وہ شعر کے چار عناصر کا ذکر کرتے ہیں یعنی لفظ، وزن، قافیہ اور معنی پھر انھیں عناصر کو ایک دوسرے سے ملا کر چار مرکب شکلیں پیش کرتے ہیں یعنی لفظ کو معنی کے ساتھ لفظ کو وزن کے ساتھ معنی کو وزن کے ساتھ معنی کو قافیہ کے ساتھ پہلے چار مفردات کا قدامہ تفصیلی ذکر کرتے ہیں پھر چاروں مرکبات کا۔ قدامہ نے پہلے ان اقسام کی مستحسن قسمیں بیان کی ہیں پھر وہ عیوب بتائے ہیں جن سے شعریت مجروح ہوتی ہے۔ کتاب کی تفصیلات میں جانے سے بہتر ہے کہ اب میں ان مسائل کو ترتیب وار بیان کر دوں جو قدامہ سے قبل عربی تنقید میں موجود نہ تھے۔ اور بعد میں انھیں تمام ناقدوں نے قبول کر لیا۔

معانی کی بحث میں قدامہ نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو تمام عرب ناقدین نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے معنی کی خوبی قدامہ نے یہ بتائی ہے کہ اس کو مقصد کے مطابق ہونا چاہیے جبکہ معانی بے شمار ہیں

تو وہ ان کو مدح ہجو نسیب مراثی وصف اور تشبیہ میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر ہر قسم کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ ساری اصناف شاعری کو مدح و ہجو کے تحت لانا چاہتے ہیں مرثیہ ان کے نزدیک مدح میں شامل ہے دونوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ مدح میں مضارع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے اور مرثیہ میں ماضی کا اسی طرح غزل کو مدح میں شمار کرتے ہیں اور غزل کے الفاظ و خیالات کی رعایت پر زور دیتے ہیں۔ یہ خیالات ارسطو کے نظریہ سے عبارت ہیں[1]

دوسرا اہم نظریہ یہ ہے کہ بہترین مدح وہ ہے جس میں انسان کے فضائل کا بیان ہو ان صفات کو وہ چار صفتوں میں منحصر سمجھتے ہیں یعنی عقل، شجاعت، عدل، اور عفت پھر تفصیل سے انسان کی تمام اہم صفات کا انھیں کو مرجع قرار دیتے ہیں۔ اس نظریہ کو عرب ناقدوں نے پوری طرح اپنا لیا ہے صرف آمدی نے اسے قبول نہیں کیا جس کا ذکر کر کے ڈاکٹر مندور لکھتے ہیں کہ اس طرح قدامہ نے شاعر کو جسمانی صفات کے بیان سے محروم کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ عرب شعراء غزل میں کمر کا بیان نہیں کر سکتے قدامہ کی مذکورہ تعریف کے مطابق[2]۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ اگر اس جدید دور میں شاعر محبوب کی کمر کے بیان سے محروم رہ جائے تب بھی اس کی فنی عظمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ غزل کے سلسلہ میں الفاظ و خیالات کی جن رعایتوں پر قدامہ نے زور دیا ہے ان کو تمام ناقدوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے مثلاً ابن رشیق اور مرزبانی وغیرہ نے۔

تشبیہ کا پورا بیان قدامہ نے ارسطو سے اخذ کیا قدامہ کا یہ قول کہ جس تشبیہ میں دونوں چیزوں کا اشتراک صفات میں زیادہ ہو اور باہم انفرادیت کم ہو تو وہ سب سے بہتر تشبیہ ہے یہ تعریف ارسطو کی اس تعریف سے بالکل مطابقت رکھتی ہے کہ استعارہ (جس میں ارسطو کے نزدیک تشبیہ بھی شامل ہے) کے لیے ضروری ہے کہ وہ تناسب پر قائم ہو اور ایک ہی نوع کی چیز سے ماخوذ ہو[3]۔

---

[1] النقد المنہجی عند العرب ص ۶۵ نقد النثر ص ۱۸-۱۹ [2] النقد المنہجی ص ۱۲۸، ۱۲۹

[3] DE POETICA, TRANSLATED BY INGRAM BYWATER PAGE- 1458 - B.

مبالغہ اور غلو کے ذکر میں قدامہ یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ صف اول کے شعرا غلو کی وجہ سے زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں غلو اچھی شاعری کا خاصہ ہے پھر وہ ان لوگوں کی رائے کی تردید کرتے ہیں جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ شاعر کو غلو کے بجائے اعتدال سے کام لینا چاہئے یہ نظریہ بھی ارسطو سے ماخوذ ہے[۱]

پھر اس بحث میں یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ جھوٹ شاعری میں جائز ہے یا نہیں دوسرے لفظوں میں صدق و کذب کی بحث میں فن و اخلاق کی بحث شامل ہو جاتی ہے۔ قدامہ نے صاف طور پر اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ فن کو اخلاق کے پیمانوں سے ناپنا ٹھیک نہیں مثال کے طور پر انھوں نے امرؤ القیس کے بعض فحش اشعار پیش کر کے بتایا ہے کہ اگرچہ اخلاقی اعتبار سے یہ اشعار سقیم ہیں مگر فنی نقطۂ نظر سے بہت اچھے شمار ہونے کے لائق ہیں[۲]

یہ نظریہ بھی ہم کو عرب ناقدین کے یہاں ملتا ہے مثلاً صولی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ کفر سے شعر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور نہ ایمان سے اشعار میں کوئی اضافہ ہوتا ہے[۳]

عرب ناقدین کی تمام اہم کتابوں میں قدامہ کے مذکورہ نظریات موجود ہیں مثلاً ابن رشیق کی کتاب العمدہ، قاضی جرجانی کی کتاب الوساطۃ بین المتنبی و خصومہ وغیرہ میں۔

قدامہ کے بعد واضح طور پر عربی تنقید دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ایک طرف وہ ناقدین نظر آتے ہیں جو یونانی نظریات سے پوری طرح متاثر ہیں اور دوسری جانب وہ ناقدین ہیں جو یونانی خیالات کو پسند نہیں کرتے لیکن بہت سے مسائل وہ انھیں ناقدین سے لیتے ہیں جن کے مخالف ہیں۔

چوتھی صدی ہجری میں ایک ناقد اور سامنے آتا ہے جس کا سارا سرمایۂ فکر و نظر ارسطو کے خیالات ہیں اس نے اپنی پوری کتاب کو یونانی فکر سے رنگ کر پیش کیا ہے۔ یہ کتاب پہلے نقد النثر مصنفہ قدامہ بن جعفر کے نام سے شائع ہوئی تھی مگر یہ تحقیق غلط تھی چنانچہ حسن عبد القادر کو بعد میں ایک

---

[۱] نقد النثر ص ۱۹۔ DE POETICA P. 146. — 1460.

[۲] DE POETICA P. 146. — 1461.

[۳] النقد المنہجی ص ۵۰۔

مخطوطہ مکتبہ تشتربیتی میں ملا ہے نمبر ۷۵۷ ۔ ۵ کے تحت اس میں کتاب کا نام "کتاب البرہان فی وجوہ البیان" اور مصنف کا نام ابوالحسن اسحاق بن ابراہیم بن وہب الکاتب درج ہے[1]

کتاب البرہان کا اسلوب فلسفیانہ و فقیہانہ ہے اس پر یونانی خیالات اس قدر غالب ہیں کہ عربیت مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کے مصنف نے نہ صرف کتاب الشعر اور کتاب الخطابت سے خوشہ چینی کی ہے بلکہ ارسطو کی منطق کی کتابوں کو بھی کھنگالا ہے۔ "انالوطیقا" اور "طوبیقا" سے بھی بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ اس کتاب میں ناقد کے بجائے مصنف کا طرز متکلم کا سا ہے۔ وہ ہر نوع کو مختلف قسموں میں تقسیم کرتا ہے اور پھر ان پر منطقیانہ انداز سے بحث کرتا ہے۔

اسحاق بن ابراہیم نے جو بحث شاعری پر کی ہے وہ بالکل قدامہ بن جعفر سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے کہ ماخذ دونوں کا ایک تھا۔ مگر اس کی عظمت کا یہ پہلو قابل اعتنا ہے کہ اس نے نثر کی تنقید پر اپنی کاوشوں کو مرکوز کیا حالانکہ عربوں کی تنقید میں اشعار کی تنقید کو اولیت حاصل رہی ہے نثر کی جانب عرب ناقدوں نے دیر میں توجہ کی ہے۔

جدل پر مصنف نقد النثر نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب ارسطو کی کتاب الجدل سے عبارت ہے البتہ مثالیں مصنف نے قرآن و حدیث سے بھی تلاش کی ہیں[2]

کتاب اس قدر فلسفیانہ انداز سے لکھی گئی ہے کہ اس سے عرب زیادہ تاثر قبول نہ کر سکے اس کے مقابلہ میں قدامہ کی کتاب نقد الشعر کو زیادہ قبول عام حاصل ہوا لیکن پھر بھی اس کتاب میں بیان کی تقسیمات، قیاس کی قسمیں، خبر کی بحثیں عربی بلاغت پر خاصی اثر انداز ہوئی ہیں۔

آمدی نے نظریاتی تنقید کے بجائے "الموازنۃ بین أبی تمام والبحتری" میں عملی تنقید پیش کی ہے اس میں بدیع کی بحثیں سب کی سب وہی ہیں جو قدامہ بن جعفر اور ابن المعتز نے ارسطو سے اخذ کی تھیں۔ ابو الہلال العسکری نے کتاب الصناعتین میں قدامہ کے یونانی خیالات کو پوری طرح قبول کیا ہے

---

[1] قدامہ بن جعفر و النقد الادبی ص ۴۰۱۱۴ ۔ ۱۲۲۔

[2] نقد النثر ص ۲۱، ۲۲، ۲۳۔

اور ان بدیع کی قسموں کے علاوہ جو قدامہ و ابن المعتز نے پیش کی تھیں عسکری نے کچھ نئی قسموں کا اضافہ بھی کیا ہے قدامہ کی کتاب میں بدیع کی بیس اقسام ملتی ہیں عسکری نے پندرہ کا اضافہ کر کے پینتیس[1] کر دیا ہے۔

"الوساطۃ بین المتنبی و خصومہ" میں بھی عملی تنقید ملتی ہے۔ مگر قاضی جرجانی نے اس میں قدامہ ہی کے نظریہ کو اختیار کیا ہے ایک جگہ انھوں نے متنبی کے معترضین کے اس اعتراض کو بالکل غلط قرار دیا ہے کہ اس کے عقائد درست نہ تھے اور لکھا ہے کہ عقائد کا تعلق شاعری سے بالکل نہیں یہ نظریہ قدامہ نے نقد الشعر میں پیش کیا تھا۔ اسی طرح جناس، طباق اور استعارہ وغیرہ کی ساری بحثیں یونانی طرز فکر کی حامل ہیں۔

اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ عربی زبان کے دو عظیم شاعر ابو تمام اور متنبی یونانی خیالات سے متاثر ہوئے اور اس کے نتیجہ میں ان کی شاعری دوسرے عرب شعراء کے اسالیب سے مختلف ہو گئی ان کے خیالات کی بلندی اور طرز شاعری کا تفوق سب کچھ یونانی اثرات ہی کا اثر معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ متنبی تو اپنے اشعار تک میں اہل یونان کو مثالاً پیش کرتا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

مات راعی الضان فی جھلہ

موتۃ جالینوس فی طبہ

ترجمہ۔ بھیڑوں کا چرواہا اپنی جہالت میں اس طرح مر گیا جس طرح جالینوس اپنی طب میں مرا یعنی موت کے سامنے سب برابر ہیں۔

ان دونوں شاعروں سے عربی تنقید کو یہ فائدہ پہونچا کہ ان کے گرد ناقدین کے گروہ جمع ہو گئے اور بہت سی کتابیں اس سلسلہ میں لکھی گئیں جیسے "الکشف عن مساوی المتنبی" صاحب ابن عباد نے لکھی حاتمی نے الرسالۃ الحاتمیۃ تصنیف کیا۔ آمدی نے الموازنۃ لکھا اور قاضی جرجانی نے الوساطۃ۔ اس طرح عربی تنقید میں یونانی اثرات سے ایک قابل قدر اضافہ ہوا۔ اس کے بعد بھی عربوں کی عصبیت برابر نمایاں ہوتی رہی اور انھوں نے کبھی کھلے دل سے عربی ادب و تنقید پر یونانی اثرات کا اعتراف نہیں کیا اور

---

[1] کتاب الصناعتین ص ۲۰ نقد النثر ص ۱۹

برابر اس خیال کا اظہار کرتے رہے کہ عربی تنقید یونانی اثرات سے پاک ہے۔ جدید ناقدوں میں اس تخیل کے سب سے بڑے علمبردار ڈاکٹر محمد مندور ہیں جو قدامہ بن جعفر کے سخت مخالف ہیں ان کا خیال ہے کہ ابن المعتز تو وہ بالکل۔ کیک الفاظ قدامہ کے لیے استعمال کرتے ہیں قدامہ نے ایک جگہ دو اشعار مدح کی مثال میں پیش کئے ہیں اس پر مندور لکھتے ہیں کہ "یہ قدامہ کی بے وقوفی، فساد ذوق اور ان کے نقد کی رکاکت کے عالم میں وہ ان اشعار کو سمجھے ہی نہیں ان کو ناقد بننے کا شوق تھا شعر فہم نہ تھی۔ قدامہ جیسے احمق نے ان خیالات کو غلط سمجھا[1]"

حالانکہ یہ محض قدامہ کی حقیقت پسندی اور علمیت کے خلاف ایک ردِ عمل کے سوا کچھ بھی نہیں ذرا اس واقعہ کی تہ تک پہونچ کر خود مسئلہ کی چھان بین کیجئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ قدامہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ شاعر جب مدح کرے تو اس کو انسان کی حقیقی صفات کا خیال رکھنا چاہیئے جو کہ چار صفات میں محدود ہیں عقل، عفت، شجاعت، عدل باقی انسانی صفات انھیں سے متفرع ہوتی ہیں۔ آمدی نے اس کی تردید کی ہے قدامہ نے اپنے اس تخیل کے لیے ایک مثال پیش کی ہے کہ جب عبد اللہ بن قیس الرقیات نے عبد الملک کی مدح میں کہا۔

یأتلق التاج فوق مفرقه
علی جبین کأنه الذهب

تاج اس کے مانگ کے اوپر چمکتا ہے، ایک ایسی پیشانی پر جو سونے کی معلوم ہوتی ہے۔

عبد الملک نے یہ تعریف ناپسند کی اور کہا کہ تم میری تعریف عجمیوں کی طرح کرتے ہو اور تم نے مصعب بن زبیر کی تعریف اس طرح کی تھی۔

انما مصعب شهاب من
الله تجلت عن وجهه الظلماء

مصعب خدا کے ستاروں میں سے ایک روشن ستارہ ہے، جن کے چہرے سے تاریکی

---

[1] النقد المنہجی عند العرب ص ۱۲۹، ۱۳۰۔

چھوٹ جاتی ہے[1]

قدامہ کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ اس شعر میں انسان کی صفت ذاتی کو نمایاں کیا گیا ہے اس لئے کہ انسان کی ظاہری صفات وہ حیثیت نہیں رکھتیں جو کہ اس کی باطنی صفات اور کردار کی صفات کو حاصل ہے۔

اس پر ڈاکٹر مندور کا غیر عاقلانہ تبصرہ تعجب انگیز ہے جس میں ایسے الفاظ تک استعمال کر دیے گئے ہیں جو خلاف تہذیب ہیں خاص طور سے علمی مسائل کی بحث و تحلیل میں۔

ارسطو کی دو کتابوں نے عربی تنقید کو بہت متاثر کیا ہے ایک تو ریطوریقا (RHETORIC) اور دوسری بوطیقا (POETICS) یہی دو کتابیں عربی میں کتاب الخطابہ اور کتاب الشعر کے نام سے موسوم ہیں۔ ریطوریقا کا ترجمہ کئی بار عربی میں کیا گیا۔ پہلا ترجمہ وہ ہے جو ابن الندیم نے "النقل القدیم" کے نام سے ذکر کیا ہے لیکن مترجم کا نام نہیں بتایا ہے اور نہ اس کے متعلق یہ بتایا کہ وہ کس دور میں تھا[2]۔ دوسرا ترجمہ اسحٰق بن ابن اسحٰق المتوفی ۲۹۸ھ یا ۲۹۹ھ کا ہے[3]۔ اس کے علاوہ ابراہیم بن عبداللہ نے بھی ریطوریقا کا عربی میں ترجمہ کیا تھا[4]۔

ان ترجموں میں کافی غلطیاں تھیں جن کی جانب ابن سینا نے کتاب الشفاء میں جا بجا اشارے کئے ہیں اور کہیں کہیں یہاں تک لکھا ہے کہ یہ بات بالکل غلط معلوم ہوتی ہے[5] ابن سینا کے علاوہ فارابی نے بھی کتاب الخطابہ کی تشریح کی تھی مگر وہ ضایع ہو گئی[6] ابن سینا نے کتاب الشفاء میں ارسطو کے نظریات کی بڑی مفصل تشریح کی ہے اور اس نے کتاب الخطابت کو بہت اچھی طرح سمجھ کر اس کی تشریح کی ہے لیکن "کتاب الشعر" جس کو یونس بن متی نے عربی میں منتقل کیا تھا اور جس کا ایک نسخہ پیرس میں موجود ہے اس کو وہ پوری طرح سمجھ نہیں سکے ارسطو کتاب الشعر میں جو دقیق مباحث زیر بحث لائے ہیں۔

---

[1] نقد الشعر ص ۴۷　[2] الفہرست ابن الندیم ص ۲۵۰ (مطبوعہ فلوجل)　[3] الفہرست ص ۲۵
[4] الفہرست ۲۴۹　[5] کتاب الشفاء (المنطق) تالیف ابن سینا مطبعۃ امیریہ قاہرہ ص ۸۱
[6] کتاب الشفاء ص ۱۸

ابن سینا ان کی صحیح تفسیر نہ کر سکے اور خلطِ مبحث میں مبتلا ہو گئے۔ طہٰ حسین نے لکھا ہے کہ ابن سینا نے کتاب الشعر کی تشریح بالکل لغو کی ہے مثلاً ٹریجڈی (TRAGEDY) کو مدح اور کامیڈی (COMEDY) کو ہجو سے تعبیر کیا ہے۔ بہر حال یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ ایسا معلم ثالث کی فہم کے قصور سے ہوا یا ترجمہ کی خرابی سے پھر بھی ابن سینا نے کتاب الشعر کی بعض بحثیں پوری طرح سمجھ کر انھیں تفصیل سے عربی میں پیش کی ہیں جیسے محاکات کی بحث۔ عام اصول کو پیش کرنے کے علاوہ ان باتوں کو بھی ابن سینا نے اچھی طرح پیش کیا ہے جہاں انھوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ اصول عربی ادب و شاعری پر منطبق ہو سکتے ہیں[1]۔ غالباً ابن سینا کو کتاب الخطابۃ اور کتاب الشعر کی تفسیر میں ایک دقت یہ بھی تھی کہ وہ نام اور مثالیں جو ارسطو نے پیش کی تھیں ابن سینا کے لیے بڑی نامانوس تھیں اس وجہ سے وہ انھیں کبھی غلط طور سے پیش کرتے ہیں اور کبھی حذف کر دیتے ہیں[2] ابن رشید نے ان دونوں کتابوں کی تشریح میں بڑی تحریف کی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بغیر سمجھے ہوئے بہت سے مسائل کو زیر بحث لائے ہیں[3]۔

اس موقع پر یہ امر قابل غور ہے کہ ابن سینا نے خطابت و شعر پر جو کچھ لکھا ہے وہ بحیثیت ناقد و ادیب کے نہیں لکھا بلکہ ارسطو کی تقلید میں جدل و منطق کی اقسام سمجھ کر ان پر قلم اٹھایا ہے یہی وجہ ہے کہ جب وہ نظریات بیان کرتے ہیں تو اس سلسلہ میں تنقید و تحلیل سے بے نیاز ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ مثالیں پیش کرنے میں بھی وہ یہ کوشش نہیں کرتے کہ عربی ادب سے انھیں تلاش کریں[4]۔

بہر حال اس میں شبہ نہیں کہ عربی تنقید کے شعر و بلاغت پر جو یونانی اثرات پڑے ہیں وہ کتاب الخطابۃ کے ذریعہ عربوں تک پہونچے ہیں[5] لیکن کتاب الشعر کی اکثر بحثوں کو عرب مفکرین سمجھنے سے قاصر رہے اس لئے عربی تنقید پر اس کے اثرات نمایاں نہیں ہو سکے۔ ابن سینا نے معانی، بیان اور بدیع کی بحثوں سے تعرض کیا اور الفاظ کی فصاحت اور مقتضائے حال کی مطابقت پر زور دیا ہے پھر الفاظ و معانی کے

---

[1] الشفاء کتاب الشعر فصل اول اور فصل ثانی [2] نقد النثر تحقیق طہٰ حسین ص ۲۵، ۲۶، ۲۷ [3] نقد النثر ص ۱۴

[4] کتاب الشفاء ص ۲۔

[5] کتاب الشفاء ص ۷۔

تعلق پر بحث کرنے کے بعد ایجاز و اطناب کے مسائل زیر بحث لائے ہیں تشبیہ استعارہ اور مجاز کے سلسلہ میں ابن سینا نے جو کچھ لکھا ہے بعد میں قریب قریب تمام ناقدوں نے اس کو قبول کر کے عربی رنگ میں پیش کیا ہے طٰہٰ حسین لکھتے ہیں کہ تشبیہ و مجاز کی ساری بحثیں جن سے بلاغت و نقد کی کتابیں پُر ہیں وہ سب ارسطو کے نظریہ سے عبارت ہیں عرب ناقدوں نے مذکورہ مباحث کو جو زیادہ تر علم بیان سے تعلق رکھتے ہیں پوری طرح ہضم کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ اسے عربی شکل و صورت عطا کر دی۔[۱]

اصل میں ابن سینا سے قبل جو یونانی اثرات عربی تنقید پر نظر آتے ہیں وہ قدامہ بن جعفر کی کتاب نقد الشعر سے عبارت ہیں اس لئے کہ — کتاب الخطابۃ اور کتاب الشعر کے ترجمے تو موجود ہی تھے۔ ابن سینا نے جو ان کتابوں کی تشریح کی ہے ان کے اثرات دراصل پانچویں صدی ہجری میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور عبد القاہر جرجانی کی کتابیں دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ ابن سینا کے اثرات کا بہترین مظہر ہیں۔

عبد القاہر جرجانی کا طرز تنقید مسائل کا استقصا و بیان اور تمام خیالات یونانی فکر کا پتہ دیتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو کی کتاب الشعر اور خطابت انھوں نے ابن سینا جیسے شارحین کی شرح کے ذریعہ مطالعہ کر کے اپنی فکر کو جلا بخشی تھی۔ تعجب تو یہ ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں جب جدید عرب ناقدین جرجانی یا دوسرے ناقدین پر کچھ لکھتے ہیں تو یونانی تاثر کا پہلو بالکل ہی نظر انداز کر جاتے ہیں۔

قدامہ کو ارسطو سے روشنی ملی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے عربی تنقید میں جدید خیالات کا اضافہ کیا بعد میں یونانی خیالات نے عبد القاہر کو متاثر کیا تو انھوں نے بھی عربی تنقید میں جدید خیالات پیش کر کے قابل قدر اضافہ کیا۔ عبد القاہر کے بعد عربی تنقید میں جمود پیدا ہو گیا۔ اور بعد میں جن لوگوں نے لکھا انھوں نے محض متقدمین کی نقالی کی ہے اور کچھ نہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عبد القاہر نے ابن سینا کی وہ فصل پڑھی ہے اور اس پر کافی غور و خوض کیا ہے جو انھوں نے "عبارت" پر لکھی ہے اور حقیقت و مجاز کے مسائل کو خوب سمجھا ہے

[۱] نقد النثر ص ۱۴، ۱۵

اسی وجہ سے ان مسائل میں وہ قدما سے بالکل الگ نظر آتے ہیں۔ مجاز کو انھوں نے دو قسموں میں تقسیم کیا مجاز لغوی اور مجاز عقلی، اور ارسطو کے نظریے سے استفادہ کر کے مجاز کی ایک نئی قسم مجاز مرسل پیش کی۔ تشبیہ و استعارہ کی عمیق بحثیں جو عبد القاہر نے کی ہیں وہ سب ارسطو کی فکر سے بہت کچھ علاقہ رکھتی ہیں اور پورے عربی نقد و بیان میں اتنی وقیع بحثیں اس موضوع پر کہیں نہیں ملتیں۔[1]

دلائل الاعجاز میں عبد القاہر نے ایجاز و اطناب، مقتضائے حال وغیرہ کی دقیق بحثوں کے علاوہ نظم کلام کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ بالکل نیا ہے یعنی کلام کا حسن نظم کلام میں ہے یعنی اسلوب میں اور یہ نظم کلام الفاظ میں اتنا نہیں جتنا کہ معانی میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد کے ناقد ابن رشیق و ابن اثیر وغیرہ نے کسی جدت کا ثبوت نہیں پیش کیا بلکہ گذشتہ خیالات کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے جن میں قدامہ بن جعفر اور عبد القاہر وغیرہ کے خیالات کا عکس پوری طرح ملتا ہے۔ ان سب سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عربی تنقید یونانی خیالات سے پوری طرح متاثر ہوئی۔ عرب ناقدوں نے بنیادی خیالات ارسطو سے حاصل کر کے اس پر تنقید کی۔ عرب ناقدوں نے علم بدیع اور بلاغت جو دراصل یونانی خیالات سے انھیں زیادہ بلند انداز میں حاصل ہوا تھا اس کے لیے قرآن مجید، احادیث اور قدما کے اشعار سے استشہاد کیا اور تمام تنقیدی ذخیرہ میں ایک مثال بھی اہل یونان کے یہاں سے نہیں لی گئی۔ اس طرح یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے یونانی اثرات کی مخالفت کی انھوں نے بھی قرآن مجید ہی کو مرجع قرار دیا اور اس سے مثالیں اخذ کیں اور جو لوگ یونانی خیالات سے متاثر ہوئے انھوں نے بھی مثالیں قرآن مجید سے اخذ کیں تاکہ ان کے خیالات کو قبول عام ہو اور یہی وجہ ہے کہ یونانی خیالات عربی خیالات سے باہم اس طرح مل گئے کہ تفریق دشوار ہو گئی۔ اس طرح عرب ناقدوں کا بڑا طبقہ یونانی اثرات سے متاثر نظر آتا ہے اور قدامہ بن جعفر، ابن معتز، ابو ہلال عسکری، قاضی جرجانی، اسحاق بن ابراہیم اور عبد القاہر جرجانی اس گروہ کی اچھی نمائندگی کرتے ہیں جس نے عربی تنقید میں یونانی خیالات سے متاثر ہو کر نظریاتی تنقید کو رواج دیا۔

[1] نقد النثر ص ۲۸۔